© rasailojaraid.com


ضلع اٹک میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق

# جامعہ تفہیمات اسلامیہ

دارالاسلام کالونی اٹک شہر فون: 0572-701695/2611508 فیکس: 0572-702372

داخلہ جاری ہے

**شعبہ جات** | **شرائط**

درس نظامی ------ مڈل پاس / حافظ قرآن پرائمری پاس

حفظ ---------- پرائمری پاس

تجوید ---------- حفظ قرآن + پرائمری پاس

**ضروریات**

| | | |
|---|---|---|
| 2 منزلہ ہاسٹل | لائبریری | کچن |
| طعام گاہ | فیملی کوارٹر برائے اساتذہ | |

★ ماہانہ اخراجات پونے دو لاکھ سے زائد ★

**خصوصیات:**

- صاف ستھرا ماحول • پرفضا مقام • قابل اساتذہ
- کھیل کا وسیع و عریض میدان • تعلیم، کھانا، ہاسٹل، کتب مفت
- تحریری و تقریری صلاحیتوں کے فروغ کا انتظام
- رابطۃ المدارس سے الحاق شدہ فرقہ واریت سے پاک

| سرپرست اعلیٰ | مہتمم | ناظم |
|---|---|---|
| حضرت مولانا شمس الرحمٰن حفظہ اللہ<br>فارغ دارالعلوم دیوبند | مولانا نعیم اللہ<br>0321-5714046 | مولانا محمد الیاس انگوی<br>0307-5133644 |

اپنے صدقات و زکوٰۃ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 99-2114 حبیب بنک اٹک سٹی میں جمع کرائیں

jiattock@yahoo.com, mcc_attock@yahoo.com



# النور جیولرز

زیورات کی دُنیا میں انقلابی فوائد کے ساتھ

- ہمارے ہاں زیورات بغیر ٹانکہ کے جدید طریقے سے تیار کیے جاتے ہیں۔
- ہمارے تیار کردہ زیورات کی واپسی پر کاٹ نہیں لی جاتی لہٰذا ہمارے زیورات آپ کا محفوظ سرمایہ ہیں جنھیں آپ کسی بھی وقت کیش کرا سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے ہمیں اپنے بھرپور اعتماد سے نوازا ہے

ہمارا معیار ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے

امید ہے کہ نہ صرف آپ ہمیں خدمت کا موقع دیں گے بلکہ اپنے عزیز و اقارب کو بھی ان فوائد سے آگاہ کریں گے

○ دکان نمبر F/461 نزد لاجواب فروٹ چاٹ، صرافہ بازار (بھابڑا بازار) راولپنڈی

فون: 051-5539378۔ محمد فیض اللہ چوہان، موبائل: 0304-5253718، ندیم اللہ چوہان، موبائل: 0300-5307571

○ نیو برانچ ... پلازہ مری روڈ، راولپنڈی

فون: 051-5552209۔ محمد اکرام اللہ چوہان، موبائل: 0300-5806700، ضیاء اللہ چوہان، موبائل: 0300-5802209


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

# رسائل و مسائل

## چند منفی عائلی رویے

سوال: میرے شوہر ایک سخت مزاج اور تنہائی پسند انسان ہیں۔ انھیں میرا خواتین سے زیادہ ملنا جلنا بھی پسند نہیں۔ ہم لوگ دیارِ غیر میں ہیں جہاں انسان ویسے ہی تنہائی اور ڈپریشن کا شکار رہتا ہے۔ میرے چار بچے ہیں، تین لڑکیاں اور ایک لڑکا۔ جب سب سے چھوٹی بیٹی اسکول جانے لگی تو تنہائی کی وجہ سے مجھے زیادہ ہی ڈپریشن ہونے لگا۔ تنہائی اور دیگر وجوہ کے علاوہ ایک وجہ دوسرے لڑکے کی خواہش بھی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے بچے کی خواہش کا ذکر کیا تو انھوں نے سختی سے ڈانٹ دیا۔ میں احتیاطی تدابیر اختیار کرتی تھی جو میں نے اپنے شوہر کو بتائے بغیر چھوڑ دیں اور نتیجے میں ہمارے ہاں ایک اور بیٹی پیدا ہوگئی۔ اس بیٹی کی پیدایش کو دو سال ہونے کو ہیں، لیکن میرے شوہر نے میری زندگی عذاب بنا رکھی ہے کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے، تم گناہ گار ہو۔ اب تو مجھے بھی لگتا ہے کہ جیسے میں گناہ گار ہوں۔ میرا علم بہت محدود ہے۔ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں، کیا میں نے ایسا کر کے واقعی کوئی گناہ کیا ہے؟ اگر لڑکا ہو جاتا تو شوہر کا مزاج اتنا نہ بگڑتا لیکن یہ میرے اختیار میں نہیں تھا۔ میرے شوہر پانچ وقت کے نمازی اور بہت پرہیزگار انسان ہیں لیکن اس بات کو سننا بھی پسند نہیں کرتے کہ بیٹیاں دوزخ کی آگ سے ماں باپ کے لیے ڈھال ہوں گی۔ ہر وقت مجھے طعنے دیتے ہیں کہ کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ زیادہ بچے پیدا کر کے تم جنت کے زیادہ قریب ہوگئی ہو۔ وہ ایسی کوئی نصیحت یا قرآن کی بات جو ان کے اپنے مفادات کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



متاثر کرے، سننا پسند نہیں کرتے۔ بعض اوقات میں سوچتی ہوں، یہ کیسی نمازیں ہیں جو ایک آدمی کو انسان اور سچا مسلمان نہیں بنا سکتیں۔

بسا اوقات خودکشی کا خیال آتا ہے۔ تنگ دستی کے علاوہ بھی بہت سے مسائل انسان کو مرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر شوہر اور سسرال والوں کے رویے ہمارے معاشرے میں ایک عورت کی زندگی اجیرن کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ کیا کسی بھی قسم کے حالات میں خودکشی کی کوئی صورت نکلتی ہے؟ اگر آپ صبر کی تلقین کریں گے تو کیا اس کی بھی کوئی حد ہے، جب کہ میں اپنی ساس کو ۷۰ سال کی عمر میں بھی اپنے سسر کے ہاتھوں ذلیل ہوتے دیکھتی ہوں۔ اب کوئی کہاں تک صبر کرے؟

جواب: آپ کے سوالات ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے بعض ایسے نازک پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں جو بظاہر اسلام کی دعوتِ انقلاب میں مرکزی اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلے سوال کا تعلق ہمارے معاشرتی رویوں کے ساتھ ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اچھے خاصے دین دار مرد بھی اپنی نمازوں، نفلی روزوں اور قیام اللیل کے باوجود اپنی بیوی اور خاص طور پر بیٹیوں کے حوالے سے منفی اور خلافِ شریعت رویوں کا شکار ہیں۔ قرآن کی دعوت رویوں کو تبدیل کرنے کی دعوت ہے کہ انسان کا رویہ اپنے خاندان کے ساتھ کیا ہو اور وہ اللہ کی بندگی کے دعوے کو کس طرح اپنے طرزِ عمل سے ثابت کرے۔

خاندان میں بچیوں کی پیدایش پر ہونے والا ردعمل آج سے نہیں قبل اسلام ہی سے ایک معاشرتی مسئلہ رہا ہے۔ قرآن کریم نے انتہائی جامع اور بلیغ انداز میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے...... اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟'' (التکویر ۸۱:۱-۹)۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کی بیٹی پر جو ظلم قبل از اسلام ہوتا رہا اور جس کی پشت پر مرد کا خودساختہ بڑائی، اَنا اور صنفِ نازک کو اپنے سے کم تر سمجھنے کا تصور تھا، اس باطل فکر کو ختم کر کے انسانوں کو صحتِ فکری کے ساتھ نیا اندازِ فکر دیا جاسکے۔ قرآن کریم نے سورۂ نساء کے آغاز میں انسان کے خودساختہ تصوراتِ برتری جنس کو رد کرتے ہوئے یہ اصول بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مرد اور عورت کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے' اس لیے ترکیبی طور پر مرد اپنی برتری اور عورت کی کم تری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

پھر ایک قدم آگے جا کر یہ اصول بھی سمجھا دیا کہ فوقیت اور برتری کی بنیاد کیا ہوگی: محض جنسی فرق یا تقویٰ اور عملِ صالح؟ ساتھ ہی یہ بات بھی تعلیم فرمادی کہ شوہر بیوی سے اپنا حق مانگتے ہوئے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے' اللہ کا باغی بن کر اور اس کی ہدایات کی من مانی تاویل کر کے آمر اور جابر نہ بن جائے بلکہ اپنے جائز حقِ زوجیت کو بھی اللہ کے خوف اور رضا کی بنیاد پر مانگے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (النساء ۴:۱) ''اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو' اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو''۔

یہ اسلام کا انقلابی کارنامہ تھا کہ اس نے اجتماعیت اور خاندانی زندگی کو عبادت کا درجہ دیا' جب کہ غیر اسلامی ذہن کل بھی اور آج بھی عبادات سے مراد ذاتی روحانی اعمال لیتا رہا ہے اور عائلی اور معاشرتی معاملات کو اپنے رواج اور روایات کی بنا پر طے کرتا رہا ہے۔ اگر کسی خاندان میں عورت کو گھر کی خادمہ اور شوہر کے پاؤں کی جوتی سمجھنے کی روایت رہی ہے' تو نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کے باوجود' اسلام اس طرزِ عمل سے بالکل بری ہے۔

آپ کو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے آپ کو اور آپ کے شوہر کو ایک سے زائد بچیاں دیں۔ اگر ان کی صحیح تربیت کی جائے تو خاتم النبیین' صادق الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اس کا اجر جنت کا وعدہ ہے۔ یہ کوئی طفل تسلی نہیں' یہ اُس ہستی کا فرمان ہے جس کے لیے قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء ۴:۸۰) ''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی' اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی''۔

شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد تحفظِ نسل ہے اور سورۂ نساء کی پہلی آیت میں جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے' یہ بات بھی فرمائی گئی ہے کہ ''اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے ایک مرد اور عورت سے بہت سے افراد کو زمین پر پھیلا دیا''۔ گویا ازدواج کا ایک مقصد اولاد میں برکت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایسی عورت سے شادی کی جائے جو نیکی میں دوسروں سے بڑھ کر ہو اور جو زیادہ اولاد کا ذریعہ بنے۔ اس لیے آپ کی خواہش کہ ایک سے زائد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بچے ہوں، ایک جائز خواہش کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل کی بنا پر ان شاء اللہ اعلیٰ اجر کا باعث بھی ہوگی۔ اب یہ فیصلہ آپ خود کرلیں کہ جس کام پر اللہ کے رسولؐ خوش ہوں، اس کا کرنا اچھا ہے یا شوہر کی ایک ایسی خواہش پوری کرنا جس سے اللہ کے رسولؐ کی خواہش ٹکراتی ہو۔

شوہر کی اطاعت ہو یا والدین کی اطاعت، دونوں کے لیے شارع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا اصول یہ ہے کہ اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہوگی (لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق)۔ اس لیے آپ کا زیادہ اولاد کی خواہش کرنا شوہر کی نافرمانی میں شمار نہیں کیا جاسکتا، نہ اسے دھوکے سے حمل ٹھیرالینا کہا جاسکتا ہے۔ قرآن وسنت نے شوہر اور بیوی کے تعلق کو سکون، لذت اور حصولِ اولادِ صالح، تینوں کے مجموعی عمل سے تعبیر کیا ہے۔ یہ رشتۂ زوجیت کے عناصر ترکیبی ہیں اور شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق میں شامل ہیں۔ جو چیز حقوق میں شامل ہو، اس کا کرنا مقبول، اور نہ کرنا مردود ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کے شوہر کو، اگر ان کے دل میں خدا کا خوف ہے، خدا کے حضور اپنے انجام سے ڈرنا چاہیے۔

آپ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ ایک کے مقابلے میں تین بچیوں اور ایک بچے کے والدین کی حیثیت سے آپ اور آپ کے شوہر دونوں جنت کے زیادہ مستحق ہوگئے ہیں، کیونکہ نبی کریمؐ نے دو یا تین بچیوں کی صحیح اسلامی تربیت کرنے پر ایسے والدین کے لیے جنت کی بشارت دی ہے، اور ہمارا ایمان ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد حق وصداقت پر مبنی ہے۔

دین سے دُور اور قرآن وسنت سے براہِ راست وابستہ نہ ہونے کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ ہمارے معاشرے میں عبادت کا ایک بہت محدود تصور رواج پا گیا ہے جس میں صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو کُل عبادات سمجھ لیا گیا ہے۔ بلاشبہہ بندوں کا اللہ پر حق یہی ہے کہ اس کی عبادت اس کے بتائے ہوئے طریقے سے کی جائے لیکن وہ خود یہ فرماتا ہے کہ بندوں کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، بلکہ بعض اوقات معروف عبادات سے زیادہ اجر کا باعث ہے۔ حقوق العباد میں والدین، بیوی، بچے، رشتے دار، پڑوسی، حتیٰ کہ اجنبی بھی شامل ہیں۔ بعض بظاہر مادی کام، مثلاً ایک شخص کا اکل حلال حاصل کرنا، اپنی منکوحہ سے اپنی ضرورت پورا کرنا بھی عبادت کا حصہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسولؐ کی اطاعت کا مظہر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اسی بنا پر شیطان کا سب سے زیادہ مہلک وار حقوق کے معاملے ہی میں ہوتا ہے۔ وہ خصوصی طور پر شوہر اور بیوی کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں ٹانگ اڑا کر خوش ہوتا ہے۔ اسلام نے جتنا حق اولاد کی پیدایش کے بارے میں شوہر کو دیا ہے، اتنا ہی بیوی کو دیا ہے، حتیٰ کہ ایک حدیث میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اگر شوہر اپنا مادہ بیوی کے جسم سے باہر خارج کرنا چاہتا ہو تو بیوی کی اجازت سے ایسا کرے۔ گویا یہ بیوی کا حق ہے، یہ محض شوہر کی مرضی کی بات نہیں ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اسلام عقدِ نکاح اور شادی کے بعد شوہر اور بیوی کو ایک اکائی میں پیوستہ خاندان سمجھتا ہے۔ اب وہ محض دو افراد نہیں ہیں بلکہ ایک متحد خاندان ہیں۔ اس لیے مقابلہ انفرادی حقوق میں نہیں ہوتا بلکہ اب خاندان کے حقوق کے پیش نظر ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و قربانی، محبت و احترام اور لطف و عنایت کے ساتھ معاملات کیے جاتے ہیں۔ حقوق العباد سے نظری واقفیت اگر رویے اور طرزِ عمل میں تبدیلی پیدا نہ کرے تو ہمیں اپنے ایمان کا جائزہ لیتے ہوئے احتسابِ نفس اور استغفار کے ساتھ شعوری طور پر اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کی فکر کرنا چاہیے۔

آپ کا دوسرا سوال پہلے سوال ہی کا نتیجہ ہے۔ اولاً، اگر آپ کے سسر صاحب آپ کی معمر ساس کے ساتھ سختی کا رویہ اختیار کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل قرآن و سنت کے منافی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اپنے اہلِ خانہ سے محبت و احترام سے پیش آتا ہے وہ اعلیٰ کردار کا انسان ہے، اور پھر فرمایا کہ میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت کرتا ہوں۔

خودکشی کا تعلق تین امور کے ساتھ ہے، اولاً: ایک شخص کا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت کا انکار کرتے ہوئے یہ سمجھنا کہ معاملے کا حل اس کے اپنے ہاتھ میں ہے، اور چونکہ وہ اپنی حد تک حصولِ مقصد میں ناکام ہو چکا ہے اس لیے مایوسی کی بنا پر خود کو ختم کر سکتا ہے۔ ثانیاً: ایک شخص کا یہ سمجھنا کہ اس کی جان اس کی اپنی پیدا کردہ ہے، وہ اس کا مالک ہے۔ اس کا جسم اس کی ملکیت ہے، وہ اسے جب چاہے کسی کے حوالے کر دے یا خود ختم کر دے۔ ثالثاً: اس کا یہ سمجھنا کہ اس کے ساتھ جو معاملہ درپیش آیا ہے وہ اتنا سنگین ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی سنگینی نہیں ہو سکتی اور یہ شدتِ احساس اسے اپنی جان کو ضائع کرنے کا حق دیتی ہے۔ اگر عقلی طور پر دیکھا جائے تو یہ تینوں بنیادیں غلط اور باطل

© rasailojaraid.com